چوہدری افضل حق کی زندانی نثر

محمد اجمل دانش

ABSTRACT:
Ch. Afzal Haq is one of these writers in the sub-continent whose writings have created massive galaxy of readers. Although Afzal Haq did not have a literary family background, however, he produced excellent prose using his gifted skills of writings, interest and creativity. He was imprisoned time and again during his revolutionary life and each time. He blessed Urdu literature with his talent of writing. This research paper is going to analyze all those books he wrote in prison in which he has emphasized on the importance of action, no matter what the consequences might be.

ہندوستان کی سیاست میں جن قوم پرست رہنمائوں نے عوام کے دلوں پر حکومت کی ان میں سے ایک چوہدری افضل حق بھی ہیں۔ مسلمان راجپوت گھرانے سے تعلق رکھنے والے فضل حق کا خاندان سیاست کے رموز سے قطعاً ناآشنا تھا۔ اسی خاندان میں چوہدری افضل حق ۷ جنوری ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے(۱) ان کے بارے میں لکھی گئی کتب اور مضامین میں ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۹۱ء(۲) درج ہے۔ اس دور میں جب تاریخ پیدائش لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ ایسے ابہام عمومی تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول امرتسر سے میٹرک کا امتحان ۱۹۰۱ء میں پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء میں دیال سنگھ کالج لاہور میں داخلہ لیا، لیکن خرابی صحت اور بھائی کی وفات کے باعث تعلیم ادھوری چھوڑ دی۔ اس سے پہلے بھی ۱۹۱۲ء میں ایف۔اے کا امتحان اسلامیہ کالج لاہور میں دیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ۱۹۱۷ء میں پولیس میں بطور انسپکٹر ملازمت کا آغاز کیا۔ طبیعت باغیانہ تھی اور ایک قسم کا جوشیلا پن ان میں فطری طور پر موجود تھا لیکن کافی دیر خانگی ذمہ داریوں کو پوری کرنے کے لیے پولیس میں ملازمت کرتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں تحریکِ خلافت کے ایک جلسے میں مجلس احرار کے رہنما سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر نے جذبات کو برانگیختہ کیا، جذبہ حریت دبا نہ رہ سکا اور افضل حق نوکری سے استعفیٰ دے کر آزادی کی قومی جدوجہد میں شامل ہو گئے اور پھر وہ اس پُرخار راستے پر آگے ہی آگے بڑھتے گئے سیاسی جدوجہد کے دوران انہیں متعدد دفعہ جیل یاترا کی سعادت نصیب ہوئی اور ہر دفعہ ادیب اور نثرنگار افضل حق نے اردو قارئین کو ایک نیا تحفہ دیا۔ یہ ستودہ صفات(۳) شخص ۸جنوری ۱۹۴۲ء کو راہی ملک عدم ہوا اور لاہور میں وفات پائی۔ کثیر التصنیف تھے۔ تصانیف کا اجمالی خاکہ آمدہ سطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔ زندانی کتب کا علاحدہ سے تنقیدی و تحقیقی جائزہ پیش کرنے کی سعی کی جائے گی۔

تصانیف کا مختصر تعارف

۱۔ دنیا میں دوزخ

متحدہ ہندوستان میں جیل میں گزرنے والی تکالیف اور مصائب کو افضل حق نے جیل ہی میں تحریر کیا۔ یہ کتاب ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی۔

۲۔ زندگی

حکومتِ برطانیہ نے اس کتاب کو انعام کا حق دار قرار دیا۔ دنیا، آخرت اور اخلاقیات سے متعلقہ موضوعات کو چوہدری افضل حق نے دل نشین نثر کا جامہ پہنایا ہے۔ یہ کتاب جیل میں تحریر کی گئی۔

۳۔ محبوبِ خدا

حضورﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر لکھی گئی یہ تصنیف بھی چوہدری افضل حق نے زنداں میں رقم کی۔

۴۔ آزادئ ہند

ہندوستان کے سیاسی افق پر، انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرنے والے بہت سے مصنّفین نے ’’آزادئ ہند‘‘ کے عنوان پر کتب تصنیف کیں۔ ابوالکلام آزاد، گاندھی اور دوسرے زعماء کی طرح افضل حق نے بھی ’’آزادئ ہند‘‘ کا عنوان سے ۱۹۳۰ء میں یہ کتاب لکھی۔

۵۔ میرا افسانہ

آپ بیتی ہے۔ دلچسپ، پُراثر اور مثالی انداز میں تحریر کردہ یہ کتاب اردو آپ بیتی میں ایک اہم اضافہ ہے۔

۶۔ تاریخِ احرار

’’مجلس احرارِ اسلام‘‘ کے پلیٹ فارم سے ہند کی سیاست میں کئی ہنگامے فروغ پاتے رہے۔ حسرتؔ رئیس الاحرار تھے تو افضل حق ’’مفکرِ احرار‘‘ سو انہوں نے متعدد جلدوں میں ’’احرار‘‘ کی پرجوش تاریخ کو بیان کیا۔ اپنے عہد کی سیاست کے حوالہ سے خاصے کی چیز ہے۔

۷۔ دین اسلام

دینیات کے حوالہ سے چوہدری افضل حق کی اہم تحریر جو کتابی شکل میں منصہ شہود پر آئی۔

۸۔ جواہرات

تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی حوالوں سے لکھی جانے والی افسانوی کہانیاں جن کے اثر سے نکار ممکن نہیں یہ کتاب اپنی اشاعت کے زمانہ (۱۹۳۰۔۳۱ء) سے تاحال خاصی مقبول رہی ہے۔

۹۔ خطوطِ افضل حق

بہت محدود پیمانے پر شائع ہونے والے افضل حق کے زندانی خطوط کا مجموعہ، یہ خطوط چوہدری صاحب نے جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ بہ لحاظِ عنوان ان کو درج ذیل عنوانات میں تقسیم کیا، یہ خطوط بالعموم وعظ و نصیحت پر مشتمل ہیں:

۱۔ مناسب صحت

۲۔ تعلیم حاصل کرو

۳۔ اپنے بڑوں کا احترام کرو (یہ خطوط افضل حق کے بچوں اور اہلیہ کے نام ہیں(

۱۰۔ شعور (ڈرامہ) اخلاقی اقدار کو اُجاگر کرنے کے لیے لکھا گیا ڈرامہ جس میں دولت کے مقابلہ میں محنت کو ترجیح دینے پر زور دیا گیا۔

۱۱۔ دیہاتی رومان

پنجاب کے دیہاتوں میں زندگی کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔ فصلوں کی بوائی، دیہات کی صفائی اور سگریٹ و حقہ کو چھوڑنے کی ترغیب دی ہے (چہ العجب است)۔

۱۲۔ معشوقہ پنجاب

اردو زبان میں ہیررانجھا کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۔ اسلام میں بادشاہ اور امراء کا وجود نہیں۔

دولت کے ارتکاز، معاشی اور سماجی حوالوں سے لکھی گئی یہ کتاب دراصل مضامین کا مجموعہ ہے جو اخبارات میں اس عنوان کے تحت شائع ہوتے رہے۔

انگریزی کتب

۱۴۔ Pakitan and Untouchability

۱۹۴۳ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب بھی افضل حق نے عجیب موضوع پر لکھی۔ قیام پاکستان کی مخالفت بڑے خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔ انگریزی کی یہ کتاب افضل حق نے راول پنڈی جیل میں لکھی۔ اکرام قمر نے اس کا ترجمہ، ’’پاکستان اور چھوت‘‘ کے عنوان سے کیا ہے۔ مندرجات ناقابلِ بحث ہیں۔

۱۵۔ Islam or Socialism

اسلام کے سماجی نظام کا ’’ماکسزم‘‘ سے موازنہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب نایاب ہے۔

افضل حق کی اسیری اور زندانی نثر

سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد خود بھی تحریکِ خلافت کے پرجوش کارکن بن گئے بلکہ لوگوں کو اس تحریک میں شمولیت پر آمادہ کرنے کے لیے گائوں (دیہاتوں)، قصبوں اور شہروں میں جا کر تقریریں کرنا شروع کیں۔ ان سرگرمیوں کی بنا پر افضل حق انگریزی حکومت کے معتوب قرار پائے اور مارشل لا ایکٹ کے باغیانہ، ترمیم ضابطہ فوج داری اور دفعہ ۱۴۴ کے تحت پہلی دفعہ ۱۵ فروری ۱۹۲۲ء کوچوہدری افضل حق کو گرفتار کر کے تھانہ گڑھ شنکر میں بند کر دیا گیا۔(۴) ۱۶ فروری ۱۹۲۲ء کو انہیں مجسٹریٹ درجہ اول لبھو رام کی عدالت میں پیش کیا گیا جہاں مقدمے کی ابتدائی سماعت کا آغاز ہوا۔ چودھری افضل حق کو بطور سیاسی قیدی جوابی بیان اور مقدمہ کی تیاری کے لیے مہلت دی گئی۔ ٹرائل ہوا اور بہت سرسری سماعت کے بعد ۲۱فروری ۱۹۲۲ء کو مجسٹریٹ نے افضل حق کوچھ ماہ قید کی سزا سنائی۔ یوں سزایافتہ قیدی کے طور پر انہیں ہوشیارپور جیل میں قید کر دیا گیا۔ جواں سال افضل حق کے لیے یہ جوش اور جذبے کی فراوانی کے ایام تھے اور شومئی قسمت اس جیل میں اس وقت برصغیر کے عظیم حریت پسند ’’بھگت سنگھ‘‘ (بعد میں شہید بھگت سنگھ) بھی قید تھے۔ چوہدری افضل حق کو بھگت سنگھ سے ملاقات کے مواقع میسر آئے۔ ’’بم بلاسٹ‘‘ کیس کی وجہ سے بھگت سنگھ انتہائی خطرناک قیدی تصور کیا جاتا جس کی وجہ سے جیل حکام اس پر بے جا سختی کرتے اور بھگت سنگھ سے جیل میں بہت زیادہ مشقت لی جاتی۔ یہاں بھی چوہدری افضل حق کا ملّی احساس بیدار ہوا اور انہوں نے بھگت سنگھ کی بے جا مشقت کے خلاف بھوک ہڑتال کر دی۔ یہ

اس زمانے میں کوئی معمولی اقدام نہ تھا۔ ایک شور مچ گیا اور پورے ہندوستان میں ان کی بھوک ہڑتال کی خبر نے ایک آگ لگا دی کی وجہ سے انگریز حکومت نے افضل حق کو انبالہ جیل منتقل کر دیا۔ اپنی قید کے باقی ایام انہوں نے انبالہ جیل میں گزارے۔

دنیا میں دوزخ

چوہدری افضل حق کی طبیعت سیماب پا تھی، حق گوئی اور بے باکی کے ساتھ قدرت نے ان کے قلم کو بھی روانی عطا کی تھی جو دیکھتے، سوچتے اور سمجھتے اسے حیطۂ تحریر میں لا کر صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیتے اردو ادب کے قارئین یقینا حبسیہ نثر کے ان شاہ پاروں سے مستفید نہ ہو سکتے اگر افضل حق کا قلم زندان میں رواں نہ رہتا۔ انبالہ جیل کی اسیری کے دوران انہوں نے اپنے مشاہدات اور کیفیات کو ’’دنیا میں دوزخ‘‘ کے نام سے ایک کتاب میں تحریر کیا۔ ۱۹۲۲ء میں رہائی کے بعد یہ کتاب پہلی مرتبہ شائع ہوئی تو بہت پسند کی گئی۔ تحریکِ خلافت کے کارکنوں نے اسے پڑھا تو ’’جیل خانہ‘‘ ان کے لیے محبوب جگہ بن گیا اور جیل میں قیدیوں پر روا رکھی جانے والی سختیوں نے، خلافت کے اسیروں کی قدرومنزلت میں اور اضافہ کر دیا۔ چوہدری افضل حق نے بتایا کہ کس طرح جیل کا انگریز سپریٹنڈنٹ مسٹر کنگ ایک درندہ صفت شخص تھا اور بعض ہندوستانی اہلکار اس کی رضاجوئی اور انگریزی حکام کے ہاں قدر و منزلت کے لیے اپنے ہی ہم وطنوں پر بے تحاشا ظلم روا رکھتے۔ چوہدری افضل حق نے جیل میں ہونے والے روح فرس مظالم کو عوام کے سامنے پیش کر کے تصویر کا اصل رُخ پیش کیا۔ ان کا طرزِتحریر دیکھئے:

’’جیل کی عالی شان عمارتوں پر سرسری نظر ڈال کر کبھی قیدیوں کی ناقابل برداشت اور غلامانہ پابندیوں کا وہم بھی نہیں گزر سکتا۔ صاف ستھری روشوں اور پھول پھلواری کو دیکھ کر حکومت کے رحم وانصاف کا دل گرویدہ ہو جاتا ہے۔ خدا محفوظ رکھے کسی کو قیدی کی زندگی بسر کرنی نہ پڑے جس کی بے بسی اور بے کسی کو دیکھ کر خون کے آنسو بہانے کے سوا چارہ نہیں ہوتا۔ اعلیٰ افسرانِ جیل کے سفیہانہ طرزِ عمل اور ادنیٰ ملازمین کے سفاکانہ سلوک کا حیوان بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔‘‘(۵(

۱۹۲۲ء کی اس پہلی اسیری نے یہ بات ان کے ذہن میں بٹھا دی کہ جیلوں کی فضا اور ماحول قیدیوں کے لیے سودمند نہیں بلکہ یہ ماحول اسیران کے لیے نفسیاتی پیچیدگیوں کا باعث ہے۔ مذکورہ سطور میں ذکر کیا جا چکا کہ ہوشیاپور جیل میں افضل حق نے بھگت سنگھ (شہید) پر مظالم اور جبری مشقت کے خلاف بھوک ہڑتال کی اور پھر یہ سلسلہ افضل حق کی زندگی اور زندانی لمحوں میں ساتھ ساتھ چلتا رہا اور ہر دفعہ جیل حکام سے ان کا رویہ جارحانہ رہا۔ انہوں نے قیدیوں سے روا رکھی جانے والی بدترین زیادتیوں کے ازالہ کے لیے جیلوں میں متعدد دفعہ بھوک ہڑتال کی۔ ضعف اور بیماری انہیں موت کے منہ تک لے آتی، انہوں نے جیل حکام کا بدترین تشدد برداشت کیا لیکن اپنی بات سے پیچھے نہ ہٹتے۔ بہت مدت بعد جب وہ ایک موثر اور معتبر ہندوستانی رہنما کے طور پر معروف ہوئے تو انہیں وائسرائے کی اس کونسل کا رکن منتخب کیا گیا جو جیلوں کی اصلاحات اور بہتری کے متعلق قائم کی گئی تھی۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی شبانہ روز کوششوں سے ’’جیل مینویل‘‘

میں کچھ تبدیلیاں بھی کی گئیں اور بالخصوص سیاسی قیدیوں کو جیل میں ان کے حقوق ملنے لگے۔ افضل حق کی خودذاتی کیفیت اسیری کے دوران کیا تھی ملاحظہ فرمائیے:

''گرمی کے دِن، نہائے بغیر چارہ نہ تھا، بیڑی پہن کر پاجامہ اُتارنے اور باندھنے کی ابتداء میں جو دقت ہوتی ہے وہ وہی جانتے ہیں جن کوبدقسمتی سے ایسا اتفاق ہوا ہو۔''(۶)

''دوزخ کا نقشہ'' کے عنوان سے افضل حق نے بالتفصیل بتایا ہے کہ کس طرح جیل کا عملہ قیدیوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتا ہے، رشوت خوری کس قدر عام ہے اور خوراک کے نام پر قیدیوں کو مٹی کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور ان سب سفاکیوں کو سرکاری طور پر پردہ اخفاء میں رکھا جاتا ہے۔ قانون کے مطابق انسپکٹر جیل خانہ معائنہ بھی کرتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ شکایت پیش کرنے والے قیدی کو نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ متعدد دفعہ ایسا ہوا کہ افضل حق نے کسی قیدی کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر اس کی بے چارگی کے خلاف احتجاج کیا لیکن پھر جس تشدد کا ان کو سامنا کرنا پڑتا وہ خاصا روح فرسا ہوتا۔ اسی ذیل میں چوہدری افضل حق رقم طراز ہیں:

''کیا کہوں کہ میری کیا حالت ہو گئی، دم نکل کر آیا۔ زندگی روٹھ روٹھ جاتی۔ اگرچہ اب تک بقیدِ حیات ہوں مگر میری صحت کا یہ عالم ہے کہ رعشہ کی سی کیفیت ہو گئی ہے اور انگلیوں سے قلم تھامنی مشکل!''(۷)

ایک عام سیاسی ورکر کے طور پر جیل، واقعی افضل حق کے لیے دوزخ سے کم نہ تھی لیکن آفرین ہے اس عزم و عمل کے کوہِ گراں پر کہ جب وہ جیلوں میں اصلاحات لانے والی کونسل کے رکن بنے تو انہوں نے جیلوں میں قیدیوں کی بہتری اور آسانی کے لیے بھرپور کوشش کی۔ ان کی یہ کوشش رائیگاں نہ گئی۔ اپنی کامیابیوں کا مختصر ذکر کرتے ہوئے افضل حق کہتے ہیں:

''بیلوں کے بجائے قیدیوں سے کنواں (خراس) چلانے پر مجھے سخت اعتراض تھا۔ بہ مشکل حکومت اس اصول کو مانی۔ جیل خانوں میں لائبریریاں جاری کرنے، بڑی عمر کے قیدیوں کے لیے سکول کھولنے پر متواتر زور دیا۔ اخلاقی تعلیم اور دوسرے اصلاحات کے متعلق حکومت کو مسلسل توجہ دلائی۔ گڑ اور گندم کی روٹی جیل میں فضول خرچی سمجھی جاتی تھی۔ بڑے قضیے کے ساتھ اس کی منظوری ملی۔''(۸)

یوں کہا جا سکتا ہے کہ ''دنیا میں دوزخ'' ایک اہم زندانی نثری تصنیف ہے جس میں افضل حق بیک وقت ایک جری و باوقار رہنما اور ایک صاحبِ دل رفیقِ زنداں دکھائی دیتے ہیں۔

''زندگی''

چھ ماہ کی قید کاٹ کر رہائی کے بعد افضل حق پھر پہلے سے بھی زیادہ شدت سے سیاسی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران ہندوستان اور عالمی سطح پر کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں ان میں سے ایک اہم تبدیلی ترکی میں اسلامی خلافت کا خاتمہ تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے بے مثال قربانیاں دے کر ترکوں کی خلافت کے استحکام اور احیاء کے لیے عملی جدوجہد کی جو تاریخ کا درخشاں باب ہے لیکن اس کے باوجود انگریزوں کی استبدادی کارروائیوں اور وعدہ خلافیوں کے بعد خلافتِ عثمانیہ کا چراغ گل ہو گیا۔ ہندوستان میں مرکزی خلافت کمیٹی اور پنجاب کی خلافت کمیٹی کے باہمی اختلافات

کے باعث مرکزی کمیٹی نے پنجاب خلافت کمیٹی کو ختم کر دیا۔ چوہدری افضل حق پنجاب خلافت کمیٹی سے وابستہ تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں کے مشورہ اور غوروخوض کے بعد ''مجلس احرارِاسلام'' کی بنیاد رکھی۔(۹) سید عطا اللہ شاہ بخاری کو پہلا صدر بنانے کی تجویز ابھی زیرغور تھی کہ ہند کے سیاسی حالات ایک بار پھر خراب ہو گئے اور انگریزوں کی مخالفت میں ہندوستان کی تمام قومیں متحد ہو رہی تھیں۔ ایسی صورت حال پر قابو پانے کے لیے حکومت نے بھرپور طریقے سے پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سیاسی کارکنوں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس پر چھاپہ مار کر چوہدری افضل حق اور دیگر سیاسی قائدین جن میں ڈاکٹر انصاری، پریذیڈنٹ پٹیل، پنڈت مدن موہن مالویہ، ڈاکٹر چند، سردار منگل سنگھ اور لالہ دونی چند شامل تھے، کو گرفتار کر لیا گیا۔ چوہدری افضل حق سمیت ان سربرآوردہ سیاسی رہنمائوں کو چند دن دہلی جیل میں رکھ کر، ملک کی مختلف جیلوں کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

ڈاکٹر انصاری، لالہ دونی چند اور سردار منگل سنگھ کو گجرات جیل منتقل کیا گیا۔ پریذیڈنٹ پٹیل کو انبالہ اور چودھری افضل حق کو گورکھ پور جیل بھیج دیا گیا۔

چودھری افضل حق نے تقریباً ایک سال(۱۰) کا عرصۂ اسارت گورکھ پور جیل میں گزارا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۳۱ء کو ''گاندھی اردون'' معاہدے کے تحت انہیں بھی دوسرے سیاسی قیدیوں کے ساتھ رہائی نصیب ہوئی۔ گورکھ پوری جیل میں فطری طور پر، افضل حق کی طبیعت ''راک رنگ'' یعنی موسیقی کی طرف مائل ہوئی لیکن انہوں نے خود پر اس کیفیت کو کلی طور پر طاری نہ ہونے دیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ راک رنگ کی رنگین وادیوں سے نکل کر زندگی کی حقیقتوں کی نقاب کشائی نسبتاً ارفع کام ہے۔ یوں انہوں نے ''اترپردیش'' گورنمنٹ کی اجازت سے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''زندگی'' لکھنا شروع کی۔ ''زندگی'' کی اشاعت نے اردو ادب کے قارئین کو پھر اسی اسلوب کا مزا دیا جس کی ابتداء محمد حسین آزاد نے ''نیرنگِ خیال'' کے تمثیلی مضامین سے کی۔(۱۱) مولانا آزاد نے ''نیرنگِ خیال'' میں پیش کردہ ادب پاروں میں تخیل سے کام لیا اور تمثیل کے پردے میں مذہب و اخلاق، علم و فقہ اور شعر و ادب کے مختلف زاویے ہمارے سامنے پیش کر دئیے جن کی اثر آفرینی سے انکار ممکن نہیں۔ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر آل احمد سرور کے الفاظ حقیقت سے خاصے قریب ہیں:

''زندگی کو محض ناول یا افسانہ کہنا، صاحبِ ''زندگی'' کے ساتھ ظلم ہو گا۔ یہ ایک نگارخانہ ہے جس کی دنیا کی مختلف تصویریں اور ان تصویروں کے مختلف نقوش بکھرے نظر آتے ہیں۔ کتاب کا ڈھانچہ علامتی ہے اور ازمنۂ وسطیٰ کی ان کتابوں کی یاد دلاتا ہے جن کی بنیاد ایک خواب، عالمِ بالا کی سیر اور اس خواب کی تعبیر پر رکھی جاتی تھی۔ دوسرے الفاظ میں یہ بھی ''توبۃ النصوح'' قسم کی ایک کتاب ہے۔ زندگی کے سٹیج میں جو افراد چلتے پھرتے نظر آتے ہیں ان کی سیرت کی نقل اتارنے میں اور اسی نقل کو بمنزلہ اصل بنانے میں چودھری افضل حق اچھی طرح کامیاب ہوئے۔ انہوں نے خدمتِ خلق کا نصب العین بھی اچھی طرح واضح کیا۔''(۱۲(

''زندگی'' کے بارے میں پروفیسر حمید احمد خان یوں فرماتے ہیں:

’’اس کتاب کی متعدد خوبیوں اور اچھوتے پن پر نظر جاتی ہے تو یہ آرزو کرنے کو جی چاہتا ہے کہ چودھری افضل حق صاحب ایک بار پھر اپنے آپ کو اسیری کے لیے پیش کریں تاکہ اس قسم کی ایک اور تصنیف اہلِ ملک کے ہاتھوں میں ہو۔‘‘(۱۳(

’’زندگی‘‘ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو، افضل حق کی ہر تمثیل کے پیرائے میں ’’مقصدیت‘‘ کارفرما نظر آتی ہے۔ ’’عالم مثال میں پاک روحوں سے دلچسپ گفتگو‘‘ کے ذیلی عنوان کے تحت تحریر کردہ افسانچہ بعنوان ’’ایک خادم خلق کی کہانی‘‘ سے کون شناسا نہیں۔ دراصل ایسی تحریروں سے افضل حق یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ بلند مقصد کے لیے اگر اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ ایک اور طویل کہانی ’’معلم کی کہانی‘‘ میں بھی انھوں نے مقصدیت کے پھول کھلائے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انگریزوں کی خاردار غلامی کا جوا اتار پھینکنے کے لیے ہندوستانیوں کو لہو و لعب کی بجائے عزم و ہمت اور بلند مقصدیت درکار ہے۔ ڈاکٹر اسلم انصاری، افضل حق کی اسی خوبی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

’’زندگی کے مصنف نے اخلاقی مقصدیت کے اعتبارسے نذیر احمد سے اثر قبول کیا۔ خطیبانہ آہنگ کے اعتبار سے وہ محمد حسین آزاد اور نیاز فتح پوری سے زیادہ اثرپذیری دکھائی دیتے ہیں۔ محمد حسین آزاد کے اثر خاص طور پر، مجردات کی تجسیم میں ظاہر ہوا اور نیاز فتح پوری کا عمومی شعری آہنگ میں۔‘‘(۱۴(

چراغ حسن حسرت نے ’’زندگی‘‘ کا طویل مقدمہ لکھا اور اُن کی رائے خاصی دلچسپ اور پر اثر ہے۔ وہ ’’زندگی‘‘ کے بارے میں رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’بظاہر ’’زندگی‘‘ کا انداز ’’اطالوی‘‘شاعر ’’دانتے‘‘ کی مشہور تصنیف ’’ڈیوائنا کامیڈیا‘‘ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے اور جن لوگوں کی نظر سے ’’فتوحاتِ مکیہ‘‘ کے وہ ابواب نہیں گزرے جن میں ’’شیخ اکبر محی الدین ابن عربی‘‘ نے اپنی سیاحت میں عالم علوی کی کیفیت بیان کی ہے وہ یقینا اسے ’’دیوائنا کامیڈیا‘‘ کی صدائے بازگشت سمجھیں گے۔‘‘(۱۵(

لیکن خود ’’زندگی‘‘ کے مصنف چوہدری افضل حق، حسرت کی بات سے متفق دکھائی نہیں دیتے اور وہ ’’ڈیوائنا کامیڈیا‘‘ اور اپنی تصنیف کی مماثلت کی نفی کرتے ہوئے ان الفاظ میں ’’زندگی‘‘ کی تالیف کے اسباب بیان کرتے ہیں۔

’’زندگی‘‘ کی تصنیف کا محرک نہ تقابل کا خیال تھا نہ کسی سے مسابقت مدنظر تھی۔ گورکھ پور جیل میں میری قید کی تنہائیوں کا واحد مشغلہ یہ کتاب تھی۔ اس کا ماخذ نہ ’’دیوائناکامیڈیا‘‘ ہے نہ ’’ابنِ عربی‘‘ کی تصنیف تاہم یہ خیال اچھوتا نہیں بلکہ تمام مذاہب کا یہ یکساں کارفرما اصول ہے کہ ’’جیسا کرو گے ویسا بھرو گے‘‘ یہی اصول اس کتاب کی اساس و بنیاد ہے۔‘‘(۱۶(

’’زندگی‘‘ کے اسلوب کے بارے میں اسلم انصاری کا خیال ہے کہ:

’’زندگی کا اسلوب مرصع کاری، خطیبانہ آہنگ، ایجاز و اختصار، بلاغت، زورِبیان، واقعاتی محاکات، منظرنگاری، فضابندی، تشبیہ، تمثیل اور رعایتِ لفظی کی خوبیوں سے مملو ہے۔‘‘(۱۷(

’’زندگی‘‘ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایک گونہ اُداسی کی فضا اس کی تحریروں میں بڑے دبیز انداز میں رچی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت چودھری افضل حق نے ان الفاظ میں کی ہے:

’’غمگین اسیر بلبل سے آزاد فضا میں اُڑنے والے طائر کی طرح رنگین نوائی کی توقع کون کر سکتاہے؟ مجھ جیسے جیل کے افسردہ خاطر پرندے سے کسی شگفتہ تحریر کی اُمید نہ کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ کتاب کو پسندِ خاطر پا کر بعض احباب نے میرے اس کتاب کے مصنف ہونے پر تعجب کا اظہار کیا ہے، میں اس تعریض کو بھی تعریف سمجھتا ہوں۔‘‘(۱۸(

اور حقیقت ہے کہ اردو ادب میں معدودے چند ایسے ادیب و شاعر ہوں گے جو ’’تعریض‘‘ کو ’’تعریف‘‘ کے زمرے میں رکھیں وگرنہ ہمارے ہاں تو ادبی مناقشوں اور معرکہ آرائیوں کے وہ بازار گرم ہوئے کہ بہت سی کتب اس باب میں حیطۂ تحریر میں آ چکی ہیں۔ ’’زندگی‘‘ کے بارے میں ہم اپنی معروضات کو چراغ حسن حسرت کے ان الفاظ میں سمیٹیں گے:

’’زندگی‘‘ صحتِ خیال اورپاکیزگی مطالب کے اعتبار سے دورِحاضر کے اکثر معنی طراز ادیبوں کی دقیقہ سنجیوں پر فوقیت رکھتی ہے اور بے خوف و تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی مفید کتابیں اردو میں بہت کم شائع ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ’’زندگی‘‘ کی سطور میں جوش و سرمستی اور خلوص و صداقت کا جو پرتو نظر آتا ہے وہ ہمارے ادیبوں کی الفاظ آرائیوں کو کہاں نصیب؟ یک زرہِ درد دل از علمِ افلاطون بہ‘‘(۱۹(

بلاشبہ ’’زندگی‘‘ کو زندانی نثر کا شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے۔

محبوبِ خداﷺ

نبیٔ مکرم، رسولِ محتشمﷺ کی سیرت نگاری کی درخشاں روایت اردو زبان میں پوری آب و تاب سے موجود ہے۔ حضورﷺ کی سیرت نگاری ’’بامحمدﷺ ہوشیار‘‘ کی متقاضی ہے۔ چوہدری افضل حق نے بھی ختمیِ مرتبتﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب بہ عنوان ’’محبوب خداﷺ‘‘ تصنیف کی۔ یہ سیرتِ نبویﷺ کے ساتھ ساتھ زندانی نثر کے باب میں بھی زریں کارنامہ ہے۔

’’محبوبِ خدا‘‘ پر قلم اُٹھانے کی سعادت حاصل کرنے سے قبل وہ حالات بیان کیے جا رہے ہیں جن میں ’’محبوبِ خداﷺ‘‘ کی تالیف عمل میں آئی۔ چوہدری افضل حق کشمیریوں کے حقوق کے بہت بڑے داعی تھے۔ ۱۹۳۱ء کے موسمِ گرما تک کشمیر، جنت نظیر میں ڈوگرہ حکمرانوں کے مظالم انتہائی عروج پر پہنچ گئے۔ چنانچہ افضل حق نے کشمیری مسلمانوں کے حق میں پوری قوت سے آواز بلند کی اور کشمیری مسلمانوں کے حقوق کے لیے تحریک کا آغاز کر دیا۔ اسی تحریکِ کشمیر کی پاداش میں انہیں ضلع ہوشیارپور میں نظربند کر دیا گیا۔ لیکن آپ نے تحریک کا کام دورانِ نظر بندی بھی جاری رکھا۔ تنگ آ کر حکومت نے افضل حق کو تیسری بارگرفتار کر لیا اور نیشنل آرڈرز کے تحت ایک سال کے لیے نیوسنٹرل جیل ملتان میں قید کردیا۔ (۲۰)سنٹرل جیل ملتان میں اس وقت کے رہنمایانِ قوم میں سے جو افراد قید تھے ان میں مولانا مظہر علی اظہر، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا داؤد غزنوی اور مولانا عبدالرحمن شامل تھے۔ یہ وہ زعماء تھے جن

کی علمیت اور کردار کی خوبیاں پورے ہند میں معروف تھیں۔ چوہدری افضل حق سمیت ان میں سے زیادہ لیڈر احراری تھے۔(۲۱(

مذکورہ علماء کی میسر علمی صحبتوں کے باوجود، افضل حق کی طبیعت کی ''اُداسی'' کسی پل دور نہ ہوتی۔ اُن کی طبیعت کا یہ وصف ہی شاید ان کی زندانی تخلیقات کا باعث بنا لیکن اس دفعہ قدرت چوہدری افضل حق سے کوئی بڑا کام لینا چاہتی تھی۔ اپنی دلی کیفیات کو بیان کرتے ہوئے افضل حق تحریر کرتے ہیں:

''غرض جذب و عشق نے ایک معین صورت اختیار کرنا چاہی کہ سرِدلبر کی کہانی کو کس طرح بیان کروں؟ کس سلمیٰ اور لیلیٰ کو ڈھونڈوں کہ محبت بانگِ بے ہنگامہ بن کر نہ رہ جائے۔''(۲۲(

مذکورہ کیفیات میں افضل حق کی طبیعت کا رجحان مسلمان ہونے کی حیثیت سے دنیا کے سب سے مقدس کام سیرت نگاری کی طرف ہوا۔ یوں اپنی فطری رغبت اور دوستوں کے ایما پر افضل حق نے اس ہندوستانی خیال کو حجازی لے میں پرونا شروع کیا۔ ملتان جیل میں اسیری کے دوران جنابِ رسالت مآبﷺ کی تعریف میں قلم اُٹھایا اور افضل حق کے بقول:

''آنسوئوں کی روانی میں طبیعت کی کہانی کو ''محبوبِ خداﷺ'' کے نام سے شروع کیا۔''(۲۳(

سیرت طیبہ پر ''محبوبِ خداﷺ'' ملتان جیل میں شروع کی لیکن اس کی تکمیل سے قبل ہی رہائی میسر ہوئی اور یہ مقدس کام بھی پورا نہ ہو سکا لیکن چونکہ قدرت نے یہ سعادت چوہدری افضل حق کے مقدر میں لکھ دی ہو گی اس لیے فطرت خودبخود لالے کی حنابندی میں مصروف رہی، چہ جائیکہ ۱۹۳۹ء میں(۲۴) دوسری جنگ عظیم کے سلسلہ میں، فوجی بھرتی کے خلاف مزاحمت اور احتجاج پر چوتھی مرتبہ افضل حق کو پابند سلاسل کرنا ضروری سمجھا گیا اور اس دفعہ اسیری کے لیے پھر سنٹرل جیل ملتان کا انتخاب ہوا لیکن سنٹرل جیل ملتان سے تھوڑا عرصہ بعد افضل حق کو راولپنڈی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ اب وہ کتاب ''محبوبِ خداﷺ'' کو مکمل کرنا چاہتے تھے۔

راولپنڈی جیل میں ان کی ملاقات ایک بنگالی نوجوان قیدی ''ڈاکٹر بوس'' سے ہوئی۔(۲۵) اسی نوجوان کی مدد سے راولپنڈی جیل میں ''محبوبِ خداﷺ'' کی تکمیل عمل میں آئی۔ اس ضمن میں چوہدری افضل حق رقم طراز ہیں:

''راولپنڈی جیل میں ایک بم ساز اور بم بار بنگالی نوجوان، ڈاکٹر بوس، ۵۷ سال کی لمبی قید کاٹ رہا تھا۔ یہ شخص علم اور ایثار میں اپنا جواب آپ تھا... اسے حضورﷺ کی سوانح حیات سے بڑا شغف تھا۔ سرکارِ مدینہ کی سیرت پر متعدد انگریزی کتابیں اس کے پاس ہر وقت موجود رہتی تھیں، مجھے اس کے ذخیرۂ کتب سے بہت فائدہ پہنچا۔ اس کے علاوہ ''سیرت النبیﷺ'' از مولانا شبلی نعمانی ہر وقت پیشِ نظر رہی۔ عربی عبارتوں کے تراجم اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔''(۲۶(

یوں ان حالات میں ۱۹۳۹ء میں ''محبوبِ خداﷺ'' راولپنڈی جیل میں مکمل کی گئی اور اشاعت کے مراحل سے گزری اور بہت جلد برصغیر میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ محمد کریمﷺ کی سیرت نگاری کسی سعادت سے کم نہیں۔ یہ مصنف کے اظہار عجز و عشقِ رسالت مآبﷺ کے ساتھ اس کی عقیدتوں کا مظہر بھی ہوتی ہے۔ ''محبوبِ خداﷺ'' کو صفحہ

قرطاس پر منتقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے مصنف جن سرشاریوں سے مسرت آمیز رہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

''قلبِ حزیں مسرتوں سے بھر گیا، میں نے محسوس کیا کہ حقیقتِ منتظر دل کے دروازوں کے اندر آیا چاہتی ہے۔ میں خدا سے کیسا راضی ہو گیا، نہ مجھے کبھی ایسا تصور ہوا تھا نہ کوئی ایسا تصور کر سکتا ہے۔''(۲۷)

''محبوبِ خداﷺ'' عشق و محبت کا ایک تند و تیز سیلِ رواں ہے۔ اول و آخر مصنف کا قلم محبتِ رسول سے سرشار ہے۔ تنقید و تحقیقی جائزہ... چہ معنی...

ع نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید اینجا

خطوطِ افضل حق

''خطوطِ افضل حق''(۲۸) چودھری افضل نے جیل سے اپنے بچوں اور اہلیہ کے نام جو خطوط لکھے، ان کا مجموعہ ہے جو افضل حق کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ س مجموعہ کے ۱۹۷۱ء تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔ طبع اول کا دیباچہ مولانا مظہر علی اظہر نے تحریر کیا جو چودھری افضل حق کے رفیقِ سیاست اور رفیقِ زنداں بھی رہے۔ یہ دیباچہ خاصا اہم اور دلچسپ ہے کیونکہ راولپنڈی جیل سے جب یہ خطوط افضل حق نے اپنے اہل خانہ کولکھے تو اس وقت مظہر علی اظہر(۲۹) بھی جیل میں افضل حق کے ساتھ تھے۔ وہ خط لکھتے وقت افضل حق کے اہتمام و انصرام کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''مجھے ان دنوں چوہدری افضل حق صاحب مرحوم کے ساتھ جیل میں زندگی بسر کرنے کا شرف حاصل تھا۔ جب ان شائع ہونے والے خطوط میں سے اکثر لکھے گئے مجھے خوب یاد ہے کہ چودھری صاحب خط لکھتے وقت اس مرتبہ محبت سے کام لیتے تھے۔ وہ ہر خط پر کافی وقت صرف کرتے تھے۔''(۳۰)

جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں کہ چودھری افضل حق کی تحریروں میں مقصدیت کارفرما ہے۔ ان کے ان خطوط میں بھی پیہم یہی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اسی جذبہ کے ساتھ انہوں نے اپنے بچوں کو بڑی محبت سے کچھ نصیحتیں کی ہیں۔ چند ایک خطوط کا انداز دیکھئے:

۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء کے محررہ خط میں انہوں نے اپنے بچوں کو بڑی تفصیل سے اپنا جیل کا شب و روز کا جدول لکھا ہے کہ ان کے صبح و شام جیل میں کیسے گزرتے ہیں اور ان کی مصروفیات کیا ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جیل میں جب تک کوئی خلافِ معمول واقعہ نہ ہو پہریدار ''سب اچھا'' پکارتے ہیں اس لیے جب تک وہ خود اپنی بیماری کا احوال نہ لکھیں ان کی صحت مندی کے باب میں سب اچھا سمجھا جائے۔ اسی خط میں بچوں کو وقت کی اہمیت بتاتے ہیں کہ ہر کام(۳۱) وقت پر کرو اور کھیل کود کو اپنے روزانہ کا معمولات میں ضرور شامل کرو۔ بچوں کو بتاتے ہیں کہ:

''بچو! تمہارے سپرد تین کام ہیں۔ ایک صحت، دوسرے تعلیم، تیسرے نیکی یعنی خلقِ خدا کی خدمت کے لیے تیاری۔''(۳۲)

انہوں نے اپنی بیٹی ''معروف بی بی'' کو جو خط لکھا ایک طرح سے ''کانِ نصیحت'' اور ''بہشتی زیور'' کی دوسری مثال ہے جس میں بیٹی کو بڑے خوبصورت انداز میں صاف ستھری گھریلو زندگی کے نسخے بتاتے ہیں۔ ۶فروری ۱۹۴۰ء کے خط میں ان کا انداز دیکھئے اور عید کے دن ایک قیدی کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ کیجیے:

''تم سب بچوں کا خط عید کے روز آیا۔ جیل میں عید عاشورے کی طرح ہوتی ہے۔ دنیا کالی کالی نظر آتی ہے۔ تمہارے خط ملتے ہی سچ مچ کی عید ہو گئی، یوں معلوم ہوا بادل چھٹ گئے اور سورج ہنستا نکل آیا۔''(۳۳)

ایک اور خط محررہ ۳۰ مارچ ۱۹۴۰ء میں نصیحت کا انداز دیکھئے:

''پیارے بچو! عمدہ عمدہ ارادوں یعنی مخلوقِ خدا کی خدمت کے خیال کو دل میں پہلے جگہ دو۔ زبان کو قابو میں رکھو، بے ضرورت لوگوں کا دل دکھانے کی کوشش نہ کرو۔ اگرکسی سے بدسلوکی کا اظہار ہو تو صبر کی عادت ڈالو، فوراً انتقام اور بدلے کی کوشش نہ کرو۔''(۳۴)

اگر ان خطوط کا بغور جائزہ لیا جائے تو چوہدری افضل حق نے اپنے بچوں کو نصیحتوں کے باب میں اِن نکات کو اپنی عملی زندگی میں اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔

۱۔ مناسب صحت (ورزش اور کھیل کود کی اہمیت)
۲۔ تعلیم حاصل کرو (پوری محنت اور دلجمعی کے ساتھ)
۳۔ اپنے بڑوں کا احترام کرو (اخلاقیات کو اختیار کرو)
۴۔ خود کو خدمتِ خلق کے لیے تیار کرو (اور اس کے لیے ہمہ تن مستعدی اختیار کرو)

ایک اور خاص بات جس پر چوہدری افضل حق نے ان خطوط اور اپنی دوسری تحریروں میں زور دیا وہ ''صفائی'' کی اہمیت ہے۔ چودھری صاحب سگریٹ اور حقہ نوشی کو سخت ناپسند کرتے تھے۔

مولانا مظہر علی اظہر چودھری افضل حق کی خطوط نگاری کے موضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مرحوم کے خطوط میں وہی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے جس کا وہ زندگی بھر اظہار کرتے رہے۔ مگر ان خطوط میں، انہوں نے اپنے بچوں کو بار بار نصیحتیں کر کے فقط اپنی اولاد کی صحیح تربیت کا بندوبست ہی نہیں کیا بلکہ سب لوگوں کی تربیتِ اولاد کی طرف پوری توجہ دلانے کا انتظام کیا ہے۔''(۳۵)

افضل حق ان خطوط میں چونکہ بچوں سے مخاطب ہیں اس لیے ان کا طرزِ تحریر بڑا سادا، سلیس اور رواں ہے۔ ان کے اسلوب کے بارے میں بشیر احمد بی۔اے کی رائے یوں ہے:

''خطوطِ افضل حق'' بچوں کے لیے ان کی اپنی زبان میں، ان کی ذہنیت کے مطابق نہایت مؤثر چیز ہیں۔ ان میں شگفتگی بھی ہے اور سنجیدگی بھی ان میں اختصار بھی ہے اور طوالت بھی، اس کے باوجود نہ طوالت ناگوار ہے نہ اختصار مطلب کو خبط کر رہا ہے۔ یہ ایک قیدی کے آزاد جذبات ہیں۔''(۳۶)

مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ یہ خطوط، جہاں چوہدری افضل حق کی مقصدیت کے حامل ہیں وہاں انہوں نے اکثر واقعات میں جیل کے حالات اور قیدیوں کی نفسیات کا بیان موثرانداز میں کیا ہے۔ یہ خطوط اردو کے مکتوباتی سرمائے میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

حواشی و حوالہ جات:

(1) https://chaudhryafzalhaq.com/literary-works.html

)۲(عقیلہ جاوید، ڈاکٹر، اردو نثر کا اسلوبیاتی مطالعہ، (مرتبہ) لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۱ء، ص:۲۰۷

)۳(قریشی، افضل حق، م، کلیاتِ افضل حق، چودھری، لاہور: خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۲ء، ص:۲۰۴

)۴(ایضاً، ص:۲۰۷

)۵(افضل حق، چودھری، دنیا میں دوزخ، مشمولہ کلیاتِ افضل حق، ص۲۹۹

)۶(ایضاً، ص:۳۲۷

)۷(ایضاً، ص:۳۱۷

)۸(ایضاً، ص:۳۴۹

)۹(ایضاً، ص:۳۵۸

)۱۰(ایضاً، ص:۲۰۸

)۱۱(سلام سندیلوی، ڈاکٹر، مولوی محمد حسین آزاد کی انشاپردازی، مشمولہ اردو نثر کا اسلوبیاتی مطالعہ، ص۱۳۴

)۱۲(سرور، آل احمد، پروفیسر مشمولہ کلیاتِ افضل حق، ص:۲۰۹

)۱۳(حمید احمد، خان، پروفیسر، مشمولاتِ کلیاتِ افضل حق، ص:۲۰۸

)۱۴(اسلم انصاری، ڈاکٹر، زندگی کا اسلوبیاتی مطالعہ، ص:۱۰۰۰

)۱۵(حسرت، چراغ حسن، مقدمہ، زندگی، مشمولہ کلیاتِ افضل حق، ص:۱۳

)۱۶(افضل حق، چودھری، زندگی، مشمولہ کلیاتِ افضل حق، ص۲

)۱۷(اسلم انصاری، ڈاکٹر، زندگی، اسلوبیاتی مطالعہ، ص:۱۴۹

’’اسلوبیاتی مطالعوں کے حوالہ سے ڈاکٹر عقیلہ جاوید کی مذکورہ بالا کتاب اُردو نثر کا اسلوبیاتی مطالعہ خاصے کی چیز ہے۔ ڈاکٹر اسلم انصاری نے بڑی جانفشانی سے ’’زندگی‘‘ کا اسلوبیاتی تجزیہ کی ہے۔ مضمون لائق مطالعہ ہے۔

)۱۸(افضل حق، چودھری، زندگی، ص:۵۲

)۱۹(حسرت، چراغ حسن، مقدمہ زندگی، ص:۳۰

کلیاتِ افضل حق کے ایڈیشن مطبوعہ ۲۰۰۲ء میں شامل زندگی کے مقدمہ کے اختتام پر چراغ حسن حسرت کا نام درج نہیں ہے۔ غالباً یہ حضرتِ کمپوزر زید مجدہ کی کارفرمائی ہے ورنہ ''زندگی'' کے مطبوعہ نسخوں کے ہر ایڈیشن میں بطور مقدمہ نگار ''چراغ حسن حسرت'' کا نام ہی تحریر ہے۔

(۲۰) قریشی، افضل حق، کلیاتِ افضل حق، ص:۲۰۳

(۲۱) ایضاً، ص:۳۴۷

(۲۲) افضل حق، چوہدری، میرا افسانہ، ص:۳۷۵

(۲۳) ایضاً، ص:۲۷۷

(۲۴) افضل حق، چودھری، محبوبِ خدا، مشمولہ کلیاتِ افضل حق، ص:۳۹۰

(۲۵) ایضاً، ص:۳۸۹

(۲۶) ایضاً، ص:۳۹۳

(۲۷) ایضاً، ص:۳۷۵

(۲۸) افضل حق چودھری، خطوطِ افضل حق، لاہور: مکتبہ اردو ادب، ۱۹۵۲ء، ط سوم، ص۸

(۲۹) ایضاً، ص:۳

(۳۰) ایضاً، ص:۳

(۳۱) ایضاً، ص:۱۳

(۳۲) ایضاً، ص:۱۲

(۳۳) ایضاً، ص:۲۶

(۳۴) ایضاً، ص:۴۱

(۳۵) ایضاً، ص:۵

(۳۶) ایضاً، ص:۹

/....../